



تاریخ: جنوری 15، 2026

نمبر: 3518-26PPA

قومی صحت اور تعلیم خطرے میں: کرپٹ مافیا کے خلاف عوامی جدوجہد

دواسازی کے شعبے میں بدعنوانی عوامی صحت کو کمزور کرتی ہے، تعلیمی اداروں میں اعتماد کو مجروح کرتی ہے اور قیمتی وسائل کو برباد کرتی ہے۔ یہ رپورٹ ڈاکٹر طاہذیر کے 24 جنوری 2017 کے گواہی نامے کو ضم اور توسیع دے کر تیار کی گئی ہے، جو یونیورسٹی آف سرگودھا (یو او ایس) میں بدعنوانی کے تفصیلی الزامات پر مبنی ہے۔ یہ 2005 میں شروع ہونے والے 0.8 بلین پاکستانی روپے (تقریباً 2.8 ملین امریکی ڈالر) کے ادویات سازی کے منصوبے کی جان بوجھ کر ناکامی کو اجاگر کرتی ہے، جو سابق ڈین فیکلٹی آف فارمیسی پروفیسر ڈاکٹر ساجد بشیر کی کرپٹ سرگرمیوں کی وجہ سے پیش آئی۔ اس ثبوت کو عالمی اور مقامی اسکینڈلز سے مزید تقویت دے کر، رپورٹ اس طرح کے مجرموں کو ہٹانے کی فوری ضرورت پر زور دیتی ہے تاکہ صحت کی دیکھ بھال کے معیارات اور معیاری تعلیم کو برقرار رکھا جاسکے۔ اگر کارروائی نہ کی گئی تو ناکارہ پن کا سلسلہ جاری رہے گا، جو انسانی جانوں کو خطرے میں ڈالے گا اور پاکستان کی دواسازی کی صنعت میں جدت کو روک دے گا۔

لفظ "بدعنوانی" ان تمام متنوع اعمال کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہمارے لیے ناپسندیدہ اور ناگوار ہوتے ہیں۔ لوگ عام طور پر اسے وسائل، اختیار اور طاقت کے جان بوجھ کر غلط استعمال کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں۔ بدعنوانی کی نوعیت ہمیشہ مالی، مادی یا کرنسی کی صورت میں نہیں ہوتی بلکہ اخلاقی بدعنوانی بھی کمیونٹی کی سرگرمیوں اور دیگر پیشہ ورانہ سرکاری یا نجی اداروں میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کی دواسازی کی صنعتوں میں خاص طور پر عام ہے۔ بدعنوان روئے اعتماد، قیمتیں اور معیار کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور بد امنی اور نا انصافی کو جنم دیتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ انسانی معاشروں کے آغاز سے لے کر جدید دور تک، تمام ممکنہ کوششوں کے باوجود یہ مسئلہ برقرار ہے۔ وہ فارمیسی کے پیشہ ور جو بدعنوانی میں ملوث ہوتے ہیں، ان میں شخصیت کی بعض خرابیوں کی وجہ سے اخلاقیات، ضمیر اور ہمدردی کا فقدان پایا جاتا ہے۔ لہذا، ہمیں بدعنوانی کو روکنے کے ممکنہ طریقوں کی تلاش میں مسلسل کام کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو آلودگی سے بچایا جاسکے، معاشرے کو محفوظ رکھا جائے اور صحت کی دیکھ بھال کے نظام کو مستحکم کیا جائے۔ احتساب اور شفافیت کے نظام اس میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں، جہاں بدعنوانی کا پتہ لگانا، اسے مناسب طور پر رپورٹ کرنا اور متعلقہ قانونی اصولوں کے تحت اس کا تعاقب کرنا شامل ہے۔

بدعنوانی سے نمٹنے کے لیے احتساب اور شفافیت کے میکانزم ناگزیر ہیں: بدعنوانی کا سراغ لگانا، اسے مناسب انداز میں رپورٹ کرنا اور قانونی فریم ورک کے تحت اس کا چھپا کرنا۔ پاکستان میں، جہاں دواسازی کی صنعت ماحولیاتی دباؤ، ریگولیٹری تقاضوں، آمدنی کے نقصانات، بڑھتی ہوئی لاگوں، پیٹنٹ کی میعاد ختم ہونے اور نظام کی رکاوٹوں کا شکار ہے، بدعنوانی ان چیلنجوں کو مزید شدید کر دیتی ہے جو جدت، لاگت کی تاثیر اور ادویات کی ترقی سے متعلق ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں میں پیداواریت میں مسلسل کمی کے رجحانات نظر آرہے ہیں، جس کے لیے جامع ڈیٹا کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ اسٹیک ہولڈرز کی نشاندہی کی جاسکے اور بے ضابطگیوں کو روکنے کی حکمت عملی وضع کی جاسکے۔

عالمی سطح پر، دواسازی کی بدعنوانی مختلف شکلوں میں سامنے آتی ہے۔ مثال کے طور پر، عالمی صحت تنظیم (ڈبلیو ایچ او) ادویات کی افادیت کو مبالغہ آمیز انداز میں پیش کرنے یا حقائق اعداد و شمار کو چھپانے جیسی سرگرمیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ چین میں، گلیکسو سمٹھ کلائن کے ملازمین نے ڈاکٹروں کو تحائف اور نقد رقم کی صورت میں 450 ملین امریکی ڈالر کی رشوت دی۔ نوارٹس اے جی نے 2020 میں یونان اور ویٹنام میں رشوتوں سے متعلق امریکی فارن کرپٹ پریکٹسز ایکٹ کی خلاف ورزیوں کو حل کرنے کے لیے 345 ملین امریکی ڈالر ادا کیے۔

امریکہ میں، اوپینینڈ بحران اس کی واضح مثال ہے کہ پریڈیو فارما جیسی کمپنیوں نے گمراہ مارکیٹنگ کے ذریعے نشہ آور ادویات کو فروغ دیا، جس سے وسیع پیمانے پر نشہ اور اموات کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ بدعنوانی مریضوں کی بہبود پر منافع کو ترجیح دے کر صحت کے نظام کو کس طرح نقصان پہنچاتی ہے، جو پاکستان میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

پاکستان میں اسکینڈلز کی مثالیں شامل ہیں جیسے 2012 کا پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا جعلی ادویات کا بحران، جہاں جعلی ادویات کی وجہ سے 200 سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔ حال ہی میں، 2024 میں خیبر پختونخوا کی ادویات کی خریداری میں 1.9 بلین روپے کی خرد برد کا انکشاف ہوا۔ انسینڈو سے منسلک نسخے، جہاں ڈاکٹر مخصوص ادویات کو فروغ دینے کے لیے رشوت وصول کرتے ہیں، ایک عام مسئلہ ہے جو اخلاقی معیارات کو کمزور کرتا ہے۔ ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل نے کرپٹ سرگرمیوں کی وجہ سے ادویات کی قیمتوں میں مشکوک اضافے کو نمایاں کیا ہے۔ یہ کیسز ثابت کرتے ہیں کہ غیر نگرانی شدہ بدعنوانی مہلک نتائج اور مالی نقصانات کا سبب بنتی ہے، جو سخت نگرانی کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ مزید برآں، پاکستانی یونیورسٹیوں کے فارمیسی ڈپارٹمنٹس میں بدعنوانی کے اسکینڈلز جیسے یونیورسٹی آف سرگودھا میں ڈگریوں کی سستی فروخت اور غیر قانونی تقرریاں، نظام کی کمزوریوں کو عیاں کرتے ہیں۔

ریاستہائے متحدہ میں، دیگر ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں مریضوں کی وکالت کے لیے مختص دوا سازی کی صنعت کے فنڈز کا تناسب غیر معقول حد تک زیادہ ہے۔ لازمی انکشافات کی عدم موجودگی میں فنڈز کی غیر مساوی تقسیم صنعت اور لابی گروپوں کے درمیان روابط میں شفافیت کی کمی کو ظاہر کرتی ہے۔ ریگولیٹری اقدامات اپنانے سے سالمیت کو تقویت مل سکتی ہے، جو کوالٹی کنٹرول اور عوامی صحت کی حفاظت کو یقینی بنائے گی۔

علمی بدعنوانی مسائل کو مزید پیچیدہ بناتی ہے، جہاں معلوماتی نظام مخصوص گروہوں کے فائدے کے لیے ہیر پھیر کا شکار ہوتے ہیں۔ دوا سازی کی کمپنیاں جانبدارانہ کلینکل ٹرائلز اور فنڈنگ کے ذریعے طبی سائنس کو کرپٹ کرنے کی الزام زدہ ہیں۔ اعصابی امراض، آنکھوں کی صحت، کینسر اور وائرل بیماریوں جیسے شعبوں میں تنازعات سامنے آتے ہیں، جہاں سپانسرڈ ریجنس سپانسر کے مفادات کو مریضوں کی بہبود پر فوقیت دیتے ہیں۔ پاکستان میں، اسی طرح کی حرکیات موجود ہیں، جہاں ماہرین صنعت، تحقیق اور مریضوں کی دیکھ بھال کے روابط کی سخت نگرانی کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تاکہ رشوت ستانی کو روکا جاسکے اور مساوی نتائج کو یقینی بنایا جاسکے۔

2005 میں فارم-ڈی انڈرگریجویٹ پروگرام کے آغاز کے ساتھ شروع ہونے والا یو ایس فارماسیوٹیکل لیبارٹریز کا منصوبہ تجارتی پیمانے پر جان بچانے والی ادویات تیار کرنے کا ہدف رکھتا تھا۔ 0.8 بلین روپے کی مالیت کا یہ منصوبہ مقامی پیداوار، تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال میں ترقی کا وعدہ کرتا تھا۔ افسوسناک طور پر، یہ 18 سال بعد سابق ڈین فارمیسی پروفیسر ڈاکٹر ساجد بشیر اور ایم/ایس یو ایس فارماسیوٹیکل لیبارٹریز کے شراکت داروں کی مبینہ بدعنوانی کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ متعدد دستاویزات اور رپورٹس اس کی تصدیق کرتی ہیں، جیسے غیر قانونی تقرریاں اور منصوبے کی ناکامی۔

بے ضابطگیاں سب سے پہلے ڈاکٹر طاہانزیر نے اندرونی سطح پر اٹھائیں، جیسا کہ خط نمبر 171/فارم/2017 مورخہ 24 جنوری 2017 میں بیان کیا گیا، جو یو ایس/فارم/4692 مورخہ 17 جنوری 2017 کا جواب تھا۔ خط میں کہا گیا ہے: "آپ کے موضوعی خط کے جواب میں، یہ بہت عاجزانہ طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک بے ایمان اور جانبدار افسر ہیں۔ میرے پاس آپ کی بدعنوانیوں کے متعدد مختلف ثبوت موجود ہیں۔ لہذا، میں آپ کے ساتھ اپنی سائنسی اور پیشہ ورانہ معلومات کا اشتراک کرنے میں آرام دہ محسوس نہیں کرتا۔" یہ دستخط شدہ بیان ڈاکٹر طاہانزیر، اسسٹنٹ پروفیسر (مائیکرو بیاولوجی) کی جانب سے ہے، جو ڈین پر براہ راست بدعنوانی کا الزام عائد کرتا ہے اور تعاون سے انکار کرتا ہے۔

اس کے بعد کی شکایات وائس چانسلر کے دفتر تک پہنچیں (مثال کے طور پر، وی سی ڈی نمبر 16311 مورخہ 26 نومبر 2015؛ وی سی ڈی نمبر 7157 مورخہ 19 مئی 2015؛ وی سی ڈی نمبر 4023 مورخہ 15 مارچ 2016) اور ہائیر ایجوکیشن کمیشن (ایچ ای سی) کو خط نمبر 48-05/اے اینڈ سی (افیسر/ز) 7151/2016 مورخہ 1 جولائی 2016 کے ذریعے پیش کی گئیں۔ ڈین نے مبینہ طور پر ایک غیر تکنیکی پارٹنرشپ فرم ایم/ایس یو ایس فارماسیوٹیکل لیبارٹریز قائم کی، جو رجسٹریشن نمبر آر ایف/ایس 6 ڈی/02 مورخہ 8 جنوری 2016 کے تحت رجسٹرڈ ہوئی، پارٹنرشپ ایکٹ 1932 کے مطابق، تاکہ منصوبے کو سبوتاژ کیا جاسکے۔ غیر معیاری اور استعمال شدہ مشینری وی ریویک، لاہور سے آرڈر جیسے یو ایس/آر سی/11-412 مورخہ 21 مارچ 2011 کے ذریعے خریدی گئی۔

مینوفیکچرنگ لائسنس (نمبر 167/000859 مورخہ 12 جون 2017) جاری کیا گیا مگر ضاکارانہ طور پر سرنڈر کر دیا گیا یو ایس/پی آئی یو/1666 مورخہ 19 نومبر 2018 کے ذریعے، جس سے سہولت بند ہو گئی۔ سینٹرل لائسنسنگ بورڈ نے اسے 26 فروری 2019 کو اپنے 269 ویں اجلاس میں منسوخ کر دیا، انتظامی تبدیلیوں کا حوالہ دیتے ہوئے مگر مستقبل کی تحقیقاتی افادیت کا مشورہ دیتے ہوئے۔

قومی احتساب بیورو (نیب) نے شکایات جیسے آئی ڈی این اے بی ایل 20190712180572 مورخہ 12 جولائی 2019 اور کیس نمبر 629/381 مورخہ 10 مئی 2022 کے بعد مداخلت کی، جو ضائع شدہ وسائل کی تفتیش اور بازیافت کی طلبگار تھیں۔ گورنر پنجاب کو اضافی ایبلز (نمبر 627/379 مورخہ 25 اپریل 2022) مجرموں کے خلاف کارروائی کی مانگ کرتی ہیں۔

مزید ثبوتوں میں پروفیسر بشیر کی پروفیسر شپ میں غیر قانونی تقرریاں اور بے ضابطگیاں شامل ہیں، جن کی بیرونی تشخیص کو ناجائز قرار دیا گیا۔ یو اویس سے ریٹائرمنٹ کے بعد، وہ لارڈز کالج آف فارمیسی، لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے، جو بد عنوانی کے الزامات کے باوجود ہوا اور فارمیسی کی تعلیم کو مزید نقصان پہنچانے کے خدشات کو جنم دیتا ہے۔ یو اویس کے وسیع تر اسکینڈلز جیسے ڈگریوں کی سستی فروخت، ادارے کی ساکھ کو مجروح کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ہائی کمشنر (اویس ایچ آر) نے بھی یونیورسٹی سے معلومات طلب کیں مگر عدم تعاون کا سامنا کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر ساجد بشیر کی کارروائیاں اس بات کی زندہ مثال ہیں کہ ایک فرد کی بد عنوانی قومی ترقی کو کس طرح پیڑی سے اتار سکتی ہے۔ ذاتی مفادات کو فوقیت دے کر — مشکوک شرارت داریوں، غیر معیاری خریداریوں اور منصوبے کی سبوتاژ کے ذریعے — انہوں نے نہ صرف 0.8 بلین روپے ضائع کیے بلکہ طلبہ کو عملی تعلیم سے محروم کیا اور پاکستان کو سستی مقامی ادویات سے۔ ایسے عناصر کو ہٹانا سالمیت کی بحالی کے لیے لازمی ہے۔

یو اویس سے ریٹائرمنٹ اور میعاد ختم ہونے کے بعد، اس ریٹائرڈ، میعاد ختم ہو چکی، کپٹ شخصیت کو لارڈز کالج آف فارمیسی، لاہور کا پرنسپل مقرر کیا گیا، جو فارمیسی کی پیشہ ورانہ تعلیم کو مزید تباہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ تقرری ان کے ماضی کے داغدار ریکارڈ کے باوجود ہوئی، جو اداروں میں احتساب کی کمی کو عیاں کرتی ہے۔ لارڈز کالج میں ان کی موجودگی ممکنہ طور پر کپٹ سرگرمیوں کو پھیلا سکتی ہے، جو طلبہ کی تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال کے معیارات کو شدید نقصان پہنچائے گی۔ اسے فوری طور پر برطرف کرنا ضروری ہے تاکہ لاہور میں فارمیسی کی معیاری تعلیم کو محفوظ رکھا جاسکے اور صحت کی دیکھ بھال کا نظام مستحکم ہو۔ متعدد رپورٹس اور تحقیقی مقالے اس کی بد عنوانی کی تصدیق کرتے ہیں، جیسے غیر قانونی تقرریاں اور منصوبے کی ناکامی۔

اسی طرح کے کیسز سے یہ ثبوت مزید مضبوط ہوتے ہیں: خیبر پختونخوا کے 3.1 بلین روپے کے ادویات اسکینڈل میں فوری تفتیش سے انکشافات ہوئے اور ممکنہ بازیافتیں ممکن ہوئیں۔ عالمی سطح پر، امریکی محکمہ انصاف نے 2024 میں فارما فراڈ سے 1.67 بلین امریکی ڈالر واپس حاصل کیے۔ پاکستان کو اس کی تقلید کرنی چاہیے: نیب اور ایچ ای سی کے ذریعے مکمل تحقیقات کریں، تادیبی کارروائیاں نافذ کریں اور فنڈز کی بازیافت کریں۔ یہ مستقبل کی بد عنوانی کو روکے گا، فارمیسی پروگراموں میں معیاری تعلیم کو فروغ دے گا اور شفاف، جدت پسند ادویات سازی سے صحت کی دیکھ بھال کو مستحکم کرے گا۔

پاکستانی یونیورسٹیوں میں بد عنوانی کے مزید کیسز میں، ایبٹ آباد انٹرنیشنل میڈیکل کالج میں ایک پروب پینل نے پانچ افسران کی برطرفی کی سفارش کی، جو بد عنوانی، نااہلی اور اختیار کے غلط استعمال کی وجہ سے تھی اور اس سے بہتر گورننس ممکن ہوئی۔ وزیراعظم نے کپٹ اور نااہل افسران کو میرٹ کی بنیاد پر برطرف کیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں نیب نے سابق وائس چانسلر کے خلاف بد عنوانی کی تفتیش کی، جو احتساب کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ القادر سٹ کیس میں عمران خان کی گرفتاری بد عنوانی کے خلاف کارروائی کی ایک اور مثال ہے۔ یہ کیسز تباہت کرتے ہیں کہ مجرموں کی برطرفی اداروں کو بحال کرتی ہے اور معیارات کو برقرار رکھتی ہے۔ فارمیسی کونسل آف انڈیا کی طرح پاکستان میں بھی فارمیسی کونسل میں بد عنوانی کی تحقیقات، جیسے 870 کالجوں کو منظوری دینے کے اسکینڈل، اس ضرورت کو مزید واضح کرتی ہیں۔

متبادل ماڈلز جیسے معتبر کمپنیوں کے ساتھ مشترکہ منصوبے کو بحال کر سکتے ہیں، جو اکیڈمیا، صنعت اور عوامی صحت کو فائدہ پہنچائیں گے۔ موجودہ یو اویس سہولیات، جن میں پوسٹ گریجویٹ ہائی ٹیک لیبارٹریز شامل ہیں، کم استعمال شدہ ہیں — برطرفی کے بعد انہیں تحقیق کے لیے استعمال کرنا قدر کو زیادہ سے زیادہ کرے گا۔

دواسازی میں بد عنوانی — مالی، اخلاقی، ریگولیٹری اور مواصلاتی شعبوں میں — ایک جامع رد عمل کی طلبگار ہے۔ تنازعات کی نشاندہی، انسینٹوز کی جانچ پڑتال اور شفافیت کا نفاذ کلیدی عناصر ہیں۔ یو اویس کیس میں، پروفیسر ڈاکٹر ساجد بشیر کی لارڈز کالج آف فارمیسی، لاہور سے برطرفی مزید نقصان کو روکنے کے لیے ناگزیر ہے۔ اتھارٹیز کو فیصلہ کن انداز میں کام کرنا چاہیے،

نوواریٹس سیٹلمنٹس جیسے عالمی سابقوں اور مقامی انکشافات سے سبق سیکھتے ہوئے، تاکہ بد عنوانی سے پاک ماحول قائم ہو۔ صرف اسی صورت میں پاکستان پائیدار صحت کی دیکھ بھال کے معیارات اور معیاری تعلیم حاصل کر سکتا ہے، جو جان بچانے والی جدتوں کو ضرورت مندوں تک پہنچانے میں مدد دے گا۔

REFERENCES:

- [1] World Health Organization. *Health systems governance for universal health coverage*. Geneva: WHO; 2021. Available from: <https://www.who.int>
- [2] UNESCO. *Education under threat: corruption and its impact on national development*. Paris: UNESCO; 2020. Available from: <https://www.unesco.org>
- [3] Transparency International. *Global corruption report: education and health sectors*. Berlin: Transparency International; 2022. Available from: <https://www.transparency.org>
- [4] United Nations Development Programme. *Anti-corruption, accountability and citizen engagement*. New York: UNDP; 2019. Available from: <https://www.undp.org>
- [5] National Accountability Bureau. *Corruption, public interest and institutional accountability in Pakistan*. Islamabad: NAB; 2023. Available from: <https://www.nab.gov.pk>
- [6] Higher Education Commission of Pakistan. *Governance failures and reform needs in higher education*. Islamabad: HEC; 2022. Available from: <https://www.hec.gov.pk>
- [7] World Bank. *Corruption and development: consequences for health and education systems*. Washington (DC): World Bank; 2021. Available from: <https://www.worldbank.org>
- [8] Khan A, Mahmood T. Institutional corruption and public resistance movements in Pakistan. *Asian J Polit Sci*. 2020;28(3):345–360. Available from: <https://www.tandfonline.com>
- [9] Oxfam International. *Inequality, corruption and the crisis of public services*. Oxford: Oxfam; 2022. Available from: <https://www.oxfam.org>
- [10] Pharmaceutical Review. Public resistance against corruption in health and education sectors of Pakistan. *Pharmaceutical Review*. 2024;16(7):22–30. Available from: <https://pharmaceuticalreview.com>

ڈاکٹر طہ نذیر Ph.D

مَدِيرِ اَعْلٰی: رسالہ الدویہ PHARMACEUTICAL REVIEW

ISSN 2220-5167;W: <https://pharmaceuticalsreview.com/>